عطار ہو،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ
رجب ۱۴۲۷ھ/ اگست 2006ء

زیر سرپرستی: مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید سعید اللہ دامت برکاتہم

بانی : ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانی

مجلس مشاورت: مولانا محمد امین دوست، پروفیسر مسرت حسین شاہ،
بشیر احمد طارق، قاضی فضل واحد، مولانا طارق علی شاہ بخاری

مدیر مسئول: ثاقب علی خان

مجلس ادارت: ڈاکٹر محمد طارق، محمد الطاف حسین، حافظ عماد الحق، ظہور الٰہی فاروقی

Reg No: P 476
جلد چهارم
شماره: ۱۲

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے
سالانہ بدل اشتراک: -/180 روپے

خط و کتابت کا پتہ: مدیر ماہنامہ غزالی
مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس، پشاور
ای میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com
saqipak99@gmail.com
physiologist72@yahoo.com

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ)

پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد اسلام کے اُس جامع اور عالم گیر نظریہ پر رکھی گئی کہ دین انسان کی تمام دینی و دنیاوی ضرورتوں کا کفیل اور مسائل کا واحد حل ہے۔ بانیانِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خان، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مسلم لیگ کے دیگر زعماء پاکستان کی جدوجہد کو اسی نظریہ کی بنیاد پر آگے لیکر بڑھے تھے اور اسی نظریہ کی بنیاد پر اسلامیانِ ہندو پاک نے اپنی اُمنگیں اور اُمیدیں اس خطۂ زمین کے ساتھ وابستہ کردی تھیں جس کا نام پاکستان تھا اور جس میں بقول شہید ملت لیاقت علی خان کے اسلامی نظریات کو عملی طور پر رائج کرنا تھا اور اُسے اسلام کی تجربہ گاہ بنانا تھا۔ قائداعظم نے اس بات کو اپنی بہت سی تقریروں میں واضح الفاظ میں بیان کردیا تھا کہ قرآن ہی مسلمانوں کا واحد ضابطۂ حیات ہے جس میں مسلمانوں کے قانونی، آئینی، مجلسی، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ ہر پہلو اور ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔ ان زعماءِ ملت کا یہ کہنا حقیقتاً اس سچائی پر مبنی تھا کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ دوسری قوموں اور مِلتوں کی طرح وطنی، لونی اور نسلی بنیادوں پر تشکیل نہیں پاتی بلکہ یہ لافانی اور بے مثال اُمت اپنی تشکیل میں اس جذبہ اندرونی کی محتاج ہے۔ جسکو ایمان کے نام سے یاد کرتے ہیں اُمتِ محمدیہ ﷺ کا مزاج اور قوام سراسر دین پر قائم ہے اگر اس کے دینی مزاج کی رعایت نہیں کی جائیگی تو یہ من حیث الامت ختم ہو جائیگی۔ دوسری قومیں جن اساسی بنیادوں پر تشکیل پاتی ہیں وہ رنگ و نسل اور وطن کی بنیادیں ہوتی ہیں۔ لیکن اسلام ان میں کسی بنیاد کو اصل نہیں قرار دیتا۔ وہ ان سب کو بت قرار دیکر اس کی تخریب پر اپنے ملی جذبہ کی تشکیل کرتا ہے۔ اسلام کا رشتہ وہ رشتہ ہے جو مختلف قوموں، رنگوں اور نسلوں کے افراد کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔ موسیو رینان (فرانسیسی فلاسفر) نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ قومیت وہ اشتراک ہے جو مختلف افراد کو ایک لڑی میں پرو کر مقاصد حیات کی نئی روح ان

میں پھونک دیتا ہے اسلام اسی روحانی جذبہ کی پرورش کرتا ہے جو مختلف اقوامِ عالم اور مختلف نسلوں اور قوموں کو ایک رشتہ میں پرو دیتا ہے بقول مولانا جامیؒ:

ے بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اے جامی! عشق یعنی اسلام کا بندہ بن جا اور اپنے نسب پر فخر نہ کر کیونکہ اس راہ یعنی اسلام میں فلاں ابن فلاں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

اسلامی ملی جذبہ کے ایک سرشار یعنی حضرت سلمان فارسیؓ نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔رر

ے ابی الاسلام لا ابی سواہ
اذا افتخروا بقیس وتمیمی

کہ میرا باپ اسلام ہے اور اسلام کے سواء میرا کوئی باپ نہیں جبکہ لوگ قیس اور تمیم قبیلہ میں ہونے پر فخر کرتے ہیں تو میں اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتا ہوں۔

گویا اسلام ملت مسلمہ کا اجتماعی نفس ناطقہ ہے اگر اسلام اپنی حقیقت کے ساتھ ملت کے دلوں میں سرایت کئے ہوئے ہوگا تو یہ امت پھلتی اور پھولتی رہے گی اور جس قدر یہ جذبہ کم ہوتا چلا جائیگا تو اس پر اضمحلال کے آثار طاری ہوتے چلے جائینگے۔

ے اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری (اقبال)

بہر حال اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اسلام کی اہمیت پاکستان کی تعمیرِ نو میں ظاہر و باہر ہو جاتی ہے۔ وہ طریقہ کار یا نظام عمل جو اسلامی نظریہ حیات کے مطابق نہیں ہوگا۔ وہ پاکستانی

ملت کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکے گا اور اسکے دو موٹی وجوہ ہیں۔ اولاً پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور کوئی نظریاتی مملکت اپنے نظریہ کو نظر انداز کر کے اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتی جس طور پر کوئی سوشلسٹ مملکت سوشلزم کو پس پشت ڈال کر اپنی نظریاتی حقیقت کو کھو دیتی ہے اسی طور پر مملکتِ پاکستان اگر اسلامی نظریہ حیات کے ساتھ اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کرتی تو وہ اپنے اس نظریاتی وجود کو کھو دیتی ہے جس کے ساتھ اس کا اپنا وجود بھی قائم ہے ۔لہٰذا پاکستان اگر اسلامی نظریہ حیات سے دست کش ہو جائے تو اس کا نام اور وجود تک حرفِ غلط کی طرح مٹ جائیگا۔ دوسری وجہ اس امت کا عمومی مزاج ہے ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے جیسے انفرادی مزاج سے قطع نظر کر کے کسی شخصیت کی تعمیر نہیں ہوسکتی اسی طور پر قومی مزاج سے قطع نظر کر کے کوئی قوم تعمیر کے رخ پر نہیں چل سکتی ان دو حقیقتوں کو بیان کر دینے کے بعد چند موٹی موٹی حقیقتیں ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام نرا نظریہ ہی نہیں بلکہ بقول قائداعظم کے ایک Practical Code of Life (عملی ضابطۂ حیات) ہے۔ دوسرے مذاہب عملی زندگی میں آکر شکست کھا سکتے ہیں لیکن اسلام کا آئین اور قانون ۱۴۰۰ سال سے کسوٹی پر کامیابی سے کسا جا چکا ہے اور اس میں ہر زمانہ کے چیلنج کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے پاکستان کو سب سے بڑی ضرورت اس کے مختلف لسانی علاقائی طبقات کو جوڑنے کی ہے یہ جوڑ اسلام کے سوا کسی دوسری چیز سے قائم نہیں رہ سکتا۔

طبقاتی ناہمواریوں کا حل جس عدل وانصاف کے ساتھ اسلام نے پیش کیا ہے کہ نظام ایک طرف انفرادی عملِ پیدائش کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تو دوسری طرف ذرائع پیداوار کی تقسیم اس رخ سے کرتا ہے کہ اگر اسلام کا معاشی نظام وجود میں آجائے، تو مختلف طبقات بغیر طبقاتی منافرت کے ایک ایسا ہموار معاشرہ تشکیل میں لا سکتے ہیں جس میں غریب و امیر، حاکم ومحکوم خوشحال اور برابر کی زندگی گزار سکتے ہیں اسلام میں گو مساواتِ مالی نہیں لیکن

مساواتِ رُتبی اور مساواتِ قانونی قائم ہے۔ اسلام میں قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں مجلسی رتبے میں مال اور جائیداد کی اضافی قدروں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اخلاق اور اعمال انسان کی بلندی کا واحد معیار ہیں معیار فخر اور بلندی صرف تقوی، علم، اعمال اور اخلاق پر ہے نہ کہ ملک و مال وجاہ اور جائیداد پر ہے اُمت کی ترقی کیلئے اسلامی مزاج پر رہنا سب سے اولین شرط ہے اور یہ شرط اسی وقت پوری کی جاسکتی ہے جب افرادِ اُمت عمومی طور پر اسلامی تعلیم و تربیت سے مزین ہوں۔ اس بناء پر تعلیم نو میں پہلا قدم پورے تعلیمی اور تربیتی ڈھانچہ کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنا ہوگا۔ دوسری چیز حکومت کے سربراہوں کا مزاج اسلامی نظریہ کے مطابق محض خدمتِ خلق اور حقوق کی ادائیگی بنانا ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حلال کمائی کی برکت

ایک شخص عبداللہ شاہ تھے جو دیوبند میں گھاس بیچتے تھے۔ جو ملتا اُس میں سے ایک حصہ اپنی والدہ کو دیتے اور ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور باقی اپنے خرچ میں لاتے، انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ اور دوسرے حضرات کی دعوت کی، مولاناؒ نے فرمایا کہ دعوت کہاں سے کروگے تمھارے پاس ہے ہی کیا۔ کہنے لگے جو حصہ خیرات کا نکالتا ہوں اُسی سے دعوت کردوں گا، غرض پانچ آنے جمع کئے اور حضرت مولانا کے پاس لائے اور کہا کہ تم ہی پکالو، میں کہا جھگڑا کروں گا۔ اگر دنیا دار بھی اس طرز کو اختیار کرلیں تو کیسا اچھا ہو۔ مہمان تھے کئی اور پیسے صرف پانچ آنے، بزرگ مہمانوں کا مشورہ ہوا کہ کوئی سستی سی چیز تجویز کی جاوے، چنانچہ میٹھے چاول گُڑ کے تجویز کئے، بڑی احتیاط سے لگائے گئے، کوری ہانڈی منگائی گئی، پکانے والے کو وضو کرایا گیا، غرض ہر طرح کی احتیاط کی گئی۔ وہ چاول تھے ہی کتنے ایک ایک، دو دو لقمہ کھالئے۔ حضرت مولانا یعقوبؒ خود فرماتے تھے کہ ان دو لقموں کی برکت دیکھی کہ ایک ماہ تک قلب میں انوار و برکات محسوس ہوتے تھے۔ ایک ماہ کامل یہ اثر رہا۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں، میں کہتا تھا کہ جس کی کمائی کے ایک لقمہ کا یہ اثر ہے تو جو دن رات اسی کو کھاتا ہے اُس کی کیا حالت ہوگی۔ دوستو! اگر اللہ اور رسول ﷺ کی کامل محبت ہوگی تو یہ بات پیدا ہوجائے گی۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

تعلق مع اللہ

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

شریعت میں علماء نے فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ اور نوافل کی شکل میں ترتیب بنا کر اور گناہوں میں حرام، مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تنزیہی کی ترتیب دے کر نیز دین کے پانچوں شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کو بیان کر کے ہر چیز کی اپنی اہمیت واضح کر دی ہے اور اس کی درجہ بندی کر دی ہے۔ پوری شریعت کی اَلاَھَمُ فَالاَھَمُ پہلے کون سا اہم ہے اس کے بعد کون سا اہم ہے اس درجہ بندی کے نتیجہ میں عمل کی ایک ترتیب بتائی ہوئی ہے۔ جب عمل اس ترتیب کے مطابق ہوتا ہے تب اللہ تعالیٰ کا تعلق نصیب ہوتا ہے۔ اس لیے کسی ایک شعبے میں کثرت کرنے سے تعلق مع اللہ نصیب نہیں ہوتا۔ آدمی کثرتِ نوافل کر لے، کثرتِ ذکر کر لے، اس کا تعلق مع اللہ ہو جائے؟ ایسے نہیں ہو سکتا۔ پورے کا پورا دین پوری کی پوری ترتیب پر اَلْاَھَمُ فَالْاَھَم پہلے کون سا اہم ہے اور بعد میں کونسا اہم ہے کے اصول کے مطابق لینا ہوگا۔

ہمارے گاؤں کا ایک متقی تھا دو چار اس کی بکریاں تھیں، اتفاقاً وہ نماز میں مشغول ہوا تو بکریاں کسی کے کھیت میں چلی گئیں تو اُس کو بڑی پریشانی ہوئی، آکر مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ بکریاں اس طرح چلی گئیں تھیں تو میں کیا کروں، چونکہ غیر ارادی طور پر گئی ہیں تو اس لیے اس پر آدمی استغفار کرے، مالک سے معافی مانگے اُس کا نقصان ادا کرے۔ مولوی صاحب نے اس کے حالات اور فصل والے کے حالات دیکھ کر کہا کہ آئندہ کے لیے احتیاط کرو۔ میری طرح کا ایک دوسرا آدمی سن رہا تھا اس نے کہا ''استاذ جی سہ وَئی'' استاد جی کیا کہہ رہا ہے؟ استاد جی کہہ رہا ہے کہ جب آدمی نماز پر کھڑا ہو اور بکریاں کسی کے کھیت پر چلی جائیں تو خیر ہے۔ تو اس پر یہ آدمی یہ کرتا تھا کہ دن بھر بکریاں چرا کر شام کو آکر گاؤں کے پاس کھیت ہوتے تھے ان کے قریب آکر نماز کی نیت باندھتا تھا اور بکریاں لوگوں کی فصلوں میں پیٹ بھر لیتی تھیں۔ اس طرح اس اناڑی آدمی نے مسئلے کی اچھی گت بنائی اور مسئلے کو اپنی بیوقوفانہ مجتہدانہ رائے کے تحت اس طرح اپنے غلط مفاد میں استعمال کیا۔

احیاء العلوم میں حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے کسی آدمی سے دیوار بنانی مزدوری پر لی۔ دیوار بنا رہے تھے کہ جس آدمی کی مزدوری تھی اُس نے کھانا بھیجا، دو روٹی۔ اتنے میں ایک آدمی

ملنے کے لیے آ گیا اُنہوں نے اُس کو کھانے کا بالکل نہیں پوچھا اور اس کے سامنے دو روٹیاں خوب پیٹ بھر کر کھا لیں، اور پھر واپس کام پر چلے گئے ۔ فرمایا کہ دراصل بھوک کی وجہ سے ضعف محسوس ہو رہا تھا اور جو کام مزدوری پر لیا ہوا تھا، اگر میں یہ کھانا مہمان کو کھلا دیتا تو کام میں ضعف محسوس ہوتا تو میں نے جو مزدوری پر کام لیا تھا وہ میں کر نہ سکتا صحیح طریقے پر تو اس سے مالک کے کام میں خیانت ہوتی، تو اس لئے اس مستحب پر عمل نہیں کیا کہ مہمان کو کھانا کھلاؤں اس فرض کا خیال کیا ہے کہ یہ خطا نہ ہو جائے ۔ تو فہم چاہئے ۔ اگر آدمی مزدوری کے کام سے جا رہا ہے لیکن نیت یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے، کچھ دیر ٹانگیں لمبی کریں گے کچھ دیر آرام کریں گے تو یہ نماز پڑھنے نہیں جا رہا بلکہ کام میں کوتاہی کرنے کے لیے جا رہا ہے، جتنی اجازت دی ہے بس اتنی ہی دیر آرام کرے، اس سے زیادہ کرے گا تو اس کو تعلق مع اللہ نہیں حاصل ہوگا۔ ہمارے بڑے حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سرکاری افسر اُن سے ملنے کے لیے آئے، اُس نے کہا کہ حضرت کوئی وظیفہ بتائیں، اُنہوں نے فرمایا کہ سرکاری کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا یہ وظیفہ ہے، اپنے کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا، اس کا خیال تھا کہ بتائیں گے اتنی ہزار دفعہ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** پڑھے، اتنی ہزار دفعہ یہ پڑھے وہ پڑھے لیکن انہوں نے کہا کہ سرکاری کام کو خدمتِ خلق کی نیت سے کرنا یہ وظیفہ ہے، حلال روزی کے نیت سے کرنا کہ روزی کہیں حرام نہ ہو جائے ۔ ہمارے خیبر میڈیکل کالج کا ٹائم ٹیبل ہمیں یاد ہے ایسا تھا کہ آٹھ بجے حاضری ہوتی تھی پانچ بجے مغرب کی اذان ہوتی تھی، ۸ تا ۵ ہمارا دورانیہ ہوتا تھا سٹڈی کا، ۸ تا ۹ ایک کلاس، ۹ تا ۱ وارڈ کی ڈیوٹی، ۱ تا ۲ نماز اور کھانے کا وقفہ اور ۲ تا ۳ کلاس اور ۳ تا ۵ وارڈ کی ڈیوٹی، اور ۵ بجے چھٹی ہوتی تھی ۔ ۲ تا ۳ کلاس پرنسپل صاحب خود جو ریٹائرڈ میجر جنرل تھے لیتے تھے ۔ اور باقی کلاسیں سینئر پروفیسر لیتے تھے ۔ پرنسپل صاحب ایسا اللہ کا بندہ تھا، اُس نے کہا ہوا تھا کہ برخوردار آپ کا چونکہ وقفہ ہوتا ہے لہٰذا حاضری کیلیے ۵ منٹ پہلے پہنچیں، ۵ منٹ کم ۲ پر حاضری شروع ہوئی، ۲ بجے حاضری ختم اور سامنے گھڑی رکھ کر وہ ۲ بجے بولنا شروع کر لیتا تھا۔ جب سیکنڈ کی سوئی ۳ کو آ کر چھوتی تھی اس کا بولنا بند ہو جاتا تھا۔ اُس کو دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں ٹھیک کرتے تھے، ۵ منٹ کم ۸ پر اُس کی گاڑی نے اندر ہونا ہوتا تھا۔ اس ۵ منٹ میں وہ اندر جا کر اندر اپنی قراقلی ٹوپی رکھتا (اس زمانے میں بڑے بوڑھے آدمی قراقلی ضرور پہنتے تھے) اور چھڑی لے کر ٹھیک ایک منٹ کم ۸ یا ۸ بجے پر اُس نے گیٹ پر کھڑا ہونا ہوتا تھا۔ نوکری کے آخری دن، دن بھر ڈیوٹی کر کے جب گھڑی نے دو بجے کو چھوا تو دفتر سے نکل کر اس نے اپنے چپڑاسی کو سلام کیا اور اپنے

نام کی تختی اُتاری اور جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ۲ بجے تک بیٹھ کر ڈیوٹی کی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ روزی کا دروازہ ہے اس میں حلال حرام کے مسئلے ہیں سب کو درست کرنا ہے۔ خواہ ہمارا کوئی ذکر رہ گیا، نوافل رہ گئے، اُس پر باز پرس نہیں ہے وہ تو مستحبات ہیں، فرائض و واجبات میں کوتاہی ہے، کمی ہے اُس پر باز پرس ہے، پکڑ ہے۔ تو شریعت کی ایک ترتیب ہے۔ ایک بزرگ وفات پا رہے تھے دوسرے بزرگ ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے، جوں ہی اُن کی وفات ہوئی مہمانوں نے چراغ بجھا دیا، پاس والوں کو حیرت ہوئی کہ اب تو چراغ جلانے کی ضرورت ہے آدمی کی وفات ہوگئی ہے انہوں نے چراغ بجھا دیا۔ اُنہوں نے کہا اب یہ چراغ وارثوں کی ملکیت ہے، جب تک میراث تقسیم نہیں ہوئی اس چراغ کو نہیں جلا سکتے، اب یہ پیسے لو اور تیل لاؤ اور چراغ جلاؤ۔ اتنا فہم اللہ نے اُن کو دیا تھا۔ اِس فہم کے مطابق اُن کے ذمہ عمل بھی واجب تھا۔ جس آدمی کو جس بات کا فہم ہے اس پر عمل بھی کر کے دکھائے۔

حکیم الامّت، مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے تہجد قضاء ہونے سے یا پڑھنے سے مجھے سروکار نہیں ہوتا لیکن جب یہ اُٹھنے بیٹھنے میں مجلس میں لوگوں کو تکلیف پہنچائے تو یہ اس کا بے تکا پن ہوتا ہے اس پر میں باز پرس کرتا ہوں۔ میں گاؤں گیا تو گاؤں والوں نے کہا کہ ہمارے امیر صاحب کہتے ہیں کہ کیا دنیا کی مصیبتیں ہمارے ذمہ پڑی ہوئی ہیں، سکول کی ڈیوٹی پر جانا ہوتا ہے، میں نے کہا ماشاء اللہ، امیر صاحب تو مفتی ہو گئے ہیں۔ سکول پڑھانے کی مزدوری ان کو دنیا لگتی ہے اور فقط گشت کرنا ہی اُن کے نزدیک دین ہے۔ وہ تو بھائی آپ کا حلال روزی کمانے کا دروازہ ہے۔ وہ دنیا نہیں ہے، عینِ دین ہے اور اس کے بارے میں احکامات ہیں شریعت کے۔

داؤد علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا، ایک آدمی نے کہا کہ

اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ٥　　(ص:۲۳)

ترجمہ: یہ جو ہے بھائی ہے میرا، اس کے یہاں ہے ننانوے دنبیاں اور میرے یہاں ایک دنبی پھر کہتا ہے حوالے کر دے میرے وہ بھی اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں۔　　(تفسیر عثمانی)

اس نے کہا کہ داؤد علیہ السلام یہ میرا بھائی ہے اور اس کی ۹۹ دُنبیاں ہیں اور میری ایک دنبی ہے اور یہ ایک دنبی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اور بولنے میں اور اپنی بات کو پیش کرنے میں زوردار ہے، خوب بولنے والا ہے تو لہٰذا یہ

ظلم کر رہا ہے۔داؤد علیہ السلام نے فرمایا **قَالَ لَقَدْ ظَلَمَکَ** یقیناً تجھ پر ظلم ہوا ہے۔

اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام کو فرماتا ہے

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ م بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ o (ص:۲۶)

ترجمہ:اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں سو تُو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی خواہش پر پھر وہ تجھ کو بچلا (بھٹکا) دے اللہ کی راہ سے،مقرر جو لوگ بچلتے (بھٹکتے) ہیں اللہ کی راہ سے ان کے لئے سخت عذاب ہے اس بات پر کہ بھلا دیا انہوں نے دن حساب کا۔ (تفسیرِ عثمانی)

اے داؤد علیہ السلام ہم نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے تو لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کریں اور خواہش نفس کی پیروی نہ کریں۔تو کون سی خواہشِ نفس تھی جس کی پیروی ہوگئی تھی؟ کہ آپ کے سامنے ایک آدمی نے بیان دیا اور اُس کے بیان کے بعد آپ نے **قال لقد ظلمک** کہہ دیا ہے کہ تجھ پر ظلم ہوا ہے یہ بات آپ نے فریقِ مخالف کی بات کو سننے سے پہلے کہی ہے،فریقِ مخالف کو صفائی کا موقع نہیں دیا اس لیے اس آیت کی کئی تفسیریں ہیں اور سب سے محتاط ترین تفسیر یہ ہے اور اس جگہ جو عتاب ہوا ہے اور سخت الفاظ استعمال کئے ہیں داؤد علیہ السلام کے لئے منجانبِ اللہ تو وہ اس بنیاد پر ہوئے ہیں کہ فریق مخالف کو صفائی کا موقع دیے بغیر یہ بات زبانِ مبارک سے نکل گئی تھی کہ تجھ پر ظلم ہوا ہے۔فریقِ مخالف کو پوری صفائی کا موقع دیا جائے اور جب اپنی بات پیش کر لے پھر اس پر بحث ہوگی،اور پھر اس میں حق ناحق کو چھانٹا جائے گا اور گواہی کی باقی ساری معلومات کو مکمل کر کے پھر فیصلہ کیا جائے گا۔ایک آدمی سے مسکرا کر بات کی عدالت میں قاضی نے اور دوسرے سے تلخی سے بات کی تو یہ بھی ظلم ہے دونوں سے ایک طرح کا خطاب کرنا چاہیے۔

اسی طرح کا ایک کیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے یہ کیس پیش ہوا ہے قاضی شُریح رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں،قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں صحابی نہیں ہے،یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے قاضی تھے،اور بہت قابل شخصیت تھے،بہت قابل قاضی تھے۔اُن کی عدالت میں کیس پیش ہوگیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا،اُنہوں نے فرمایا یہ زرہ میری ہے یہودی نے چرائی ہے،دعویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا،شرعی حکم ہے جو دعویٰ کرے گا وہ گواہ پیش کرے گا،گواہ اگر پیش نہ کر سکا تو جس کے ذمہ مقدمہ ہے مدعا علیہ وہ قسم

اُٹھائے گا، اُس نے قسم اُٹھالی پھر اللہ کے حوالے کرنا ہوتا ہے پھر غیبی فیصلہ آتا ہے، منجانب اللہ گرفت ہوتی ہے اور بہت سخت گرفت ہوتی ہے۔ اُنہوں نے دونوں کو کھڑا کیا، امیر المومنین بھی کھڑے ہیں اور یہودی بھی کھڑا ہے، قاضی نے امیر المومنین کو کوئی کرسی، کوئی اعزاز نہیں دیا۔ کہا امیر المومنین آپ گواہ لائیں، اُنہوں نے اپنے غلام قنبر اور بیٹے امام حسن یا حسین رضی اللہ عنہم کو پیش کر دیا، قاضی نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں۔ گواہ مجروح ہو گئے، حضرت علیؓ نے کہا کہ قاضی صاحب یہ اُن نوجوانوں میں سے ہیں جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے ''الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة'' کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں حسن و حسین رضی اللہ عنہم، قاضی شریحؒ نے کہا امیر المومنین وہ آخرت میں ہے دنیا میں شریعت کی گواہی کا جو اُصول ہے اُس کے مطابق آپ گواہ لائیں، گواہی مجروح ہو گئی اور مقدمہ خارج ہو گیا، یہودی باہر نکلا اور اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

اسلامی شریعت میں قضا انتظامیہ کے اُوپر ہے، خلیفہ یا بادشاہ کوئی بھی ہو اُس کو قاضی بلائے تو اُس کے آگے جواب دہ ہے، بادشاہ اور خلیفہ قاضی کے فیصلے کا پابند ہے اور قاضی بادشاہ یا خلیفہ کے فیصلے کا پابند نہیں ہے۔ جب اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ نے امبیلے کے مقام پر انگریزوں کے ساتھ جہاد کیا، سخت خونریز جنگ ہوئی جس میں انگریزوں کو شکست ہوئی۔ اس میں اخوند عبدالغفورؒ خود بنفسِ نفیس لڑے ہیں۔ ریاستِ سوات اُنہوں نے قائم کی اور انگریز نکل گئے تو اُنہوں نے انتظامی اُمور کے لیے پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے میاں اکبر شاہ کو بادشاہ بنایا۔ فیصلے اور قضا عبدالغفورؒ کے ہاتھ میں تھی، اور انتظامی اُمور میاں اکبر شاہ کے ہاتھ میں تھے۔ میاں اکبر شاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جہاد میں کافی کام کئے ہوئے تھے، مجاہد تھے اور پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی ایک وجاہت تھی لوگ اُن کی بات مانتے تھے اس وجہ سے اُنہوں نے کہا کہ انتظامی اُمور میں یہ ہوں لیکن وہ جوابدہ تھے اخوند صاحبؒ کے سامنے۔ میاں اکبر شاہ کا بیٹا یا پوتا، عبدالجبار قادیانی ہو گیا۔ قادیانیوں نے شروع سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ قادیانی ریاست بن جائے۔ ایک اُنہوں نے کوشش کی ہے سوات کی ریاست کو لینے کی جس میں اُس وقت کے والی نے قادیانی مذہب قبول کر لیا۔ اس پر دوبارہ جہاد ہوا ہے جس میں سنڈا کے ملا صاحبؒ جو خلیفہ تھے عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے، نے قادیانیوں کا زور ختم کیا ہے اور پھر شہزادہ عبدالودود (بادشاہ صاحب)، جو پوتے تھے اخوند عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ کے اُن کو بادشاہ بنایا۔ سوات میں شرعی نظام ہم نے نافذ دیکھا ہے۔ جس وقت یحییٰ خان کا مارشل لاء لگا ہے اس وقت ریاستیں ختم

ہوئی ہیں ۔ بادشاہ صاحب پورے باشرع تھے ، مسنون لباس پہنا ہوتا تھا۔ سر پر کلا اور پگڑی باندھی ہوتی تھی ۔فارسٹ کالج کی مسجد کے افتتاح میں آئے تھے ۔اس میں ہم موجود تھے۔ یہ مشورہ ہوا کہ نماز بھی بادشاہ صاحب پڑھائیں گے کیونکہ شریعت سے واقف آدمی تھے، مگر وہ مسافر تھے اُن کی دو رکعتیں تھیں تو اس خدشے کے پیشِ نظر کہ لوگوں کو سمجھ بوجھ ہے نہیں وہ چار رکعت گڑبڑ کرلیں گے تو نماز پھر قاضی نورالحق ندوی صاحب نے پڑھائی اور بادشاہ صاحب نے آخر میں تقریر کی ، دو تین منٹ ۔

جس مضمون کو آج بیان کرنا تھا وہ یہ ہے کہ پوری شریعت پر محتاط عمل ، آیا وہ ،عقائد ہیں یا عبادات ہیں ، معاملات ہیں یا اخلاقیات ہیں یا معاشرت ہے، ہمارے حضرت جی مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (تبلیغی جماعت کے امیر) فرمایا کرتے تھے کہ تھوڑے ایمان پر بھی آدمی عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے، قوی ایمان والا آدمی معاملات کو درست کرسکتا ہے، اس کے لئے زیادہ قوت والے ایمان کی ضرورت ہے کہ آدمی اپنے معاملات کو بھی درست کرلے ۔اور حکومتی اُمور کو سنبھالنے کے لیے تو بہت زیادہ قوی ایمان کی اور فہم کی ضرورت ہے ورنہ آدمی پھسل جاتا ہے ۔ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ جیسی بڑی شخصیات میں کس قدر اختلاف ، جدال اور قتال ہوا ہے جس کی بنیاد عبداللہ بن سبا یہودی کے ساتھی خوارج بنے اور اُس تقوٰی کے دور میں اپنی سازشوں سے اتنے مخلصین حضرات کے درمیان اختلاف اور غلط فہمی پیدا کی ۔ یہ اُن کی غلط فہمیاں تھیں غلطیاں نہیں تھیں۔ غلطی تو کسی بات کی برائی کو جانتے ہوئے نیت کر کے اس کے خلاف کرنے کو کہتے ہیں۔ ہمارے ساتھی ہیں ثاقب صاحب جو رسالہ کے ایڈیٹر ہے وہ اپنے علاقے کے کسی خان کے مرنے کا واقعہ بیان کررہے تھے کہ مرتے وقت کہہ رہا تھا کہ میں نے بہت حرام مال جمع کیا ہے، میری تو دوزخ ہوگئی لیکن اولاد تو میری آسودہ ہوگئی ، میں نے کہا بڑے حوصلے اور جرأت والا آدمی تھا۔قرآن پاک کی آیت ہے **فما اصبرھم علی النار** کہ کس نے ان کو اتنی جرأت دی کہ صبر کر بیٹھے ہیں آگ کو سہنے پر ، اتنی جرأت ہوگئی ہے کہ آگ کو سہنے کے لیے تیار ہوئے بیٹھے ہیں ، کہ اس کو سہیں گے ۔ غلطی کہتے ہیں کسی بات کی غلطی کو جانتے ہوئے ہٹ دھرمی سے نیت کر کے اس کو کرنا اور غلط فہمی کہتے ہیں کہ کسی بات کو آدمی اپنی طرف سے ٹھیک سمجھ رہا تھا حق سمجھ رہا تھا اسکو کرلیا۔

حکومتی امور میں آدمی کو جب اللہ تعالیٰ اقتدار دے دے، اُس کو لوگوں پر بس دے دے، اُس وقت یہ بات اس کو ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ذاتی انتقام نہیں لینا چاہیئے ۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہوا ہے جب

تو فیصلہ کر رہا ہے اور حکم نافذ کر رہا ہے تو اس بات کو بھی سوچا کر کہ کل اگر اس جگہ پر تو ہوا جس جگہ پر آج یہ آدمی ہے تو پھر تیرا کیا ہوگا؟ اس بات کو ذرا سوچ لے آدمی۔ ہمارے ایک بزرگ خیال محمد صاحب ملنے کے لیے آئے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، اُنہوں نے کہا مولانا صاحب، بھٹو جیل میں ہے، بہت قابل آدمی ہے، عالمی سیاست کا بہت ماہر ہے اور یورپی سیاستدانوں سے ٹکر لے سکتا ہے اس کو نکال کر دوبارہ وزیر اعظم بنانا چاہیے، مولانا صاحب نے فرمایا نہیں اس سے دین کو نقصان ہوگا۔ وہ بحث کرتے رہے تو آخر اُنہوں نے کہا کہ میں اس کے سامنے دو باتیں رکھوں گا، ایک یہ کہ ٹیلی ویژن پر آکر جو اس نے الیکشن میں دھاندلی کی ہے اس کا اقرار کر لے اور ساری قوم کے سامنے معافی مانگے اور دوسرا وعدہ کرے کہ یہ دوبارہ اقتدار میں آکر انتقام نہیں لے گا۔ وہ بزرگ ملنے کے لیے گئے، واپس آئے تو اُنہوں نے کہا کہ انتقام نہ لینے کا وعدہ نہ کر سکا۔ بس پھر اب اس کے بچنے کے حالات نہیں ہیں، کیونکہ تو معافی چاہتا ہے تو تجھے بھی معاف کر دینا چاہیے، تو اللہ پاک سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتا ہے اور مشکلات کا حل چاہتا ہے تو تُو بھی لوگوں کے لیے مشکلات نہیں پیدا کرے گا۔ ہمارے ایک افسر ہوتے تھے ریگولیشن میں، رول ریگولیشن کوٹ (quote) کر کر کے بہت پریشان کر رکھا تھا لوگوں کو، سارا دن لوگ آتے لڑتے اُن سے۔ یہ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اُن افسر کا اتفاق سے ہمارے ساتھ تعلق تھا، واقفیت تھی، لوگ میرے پاس آتے، میں کہتا کہ بھائی رول ریگولیشن کی بات ہے اس میں میں کیسے مداخلت کروں۔ ایک آدمی جو قانون کو نافذ کر رہا ہے، صحیح قانون کو چلا رہا ہے اس کو ہمت دلانی چاہیے، حوصلہ دلانا چاہیے اب آپ سفارشیں کراتے ہیں۔ ایک دن اس طرح ہوا کہ وہ اپنے بیٹے کو داخل کر رہے تھے اسلامیہ کالج پشاور میں۔ بیٹے سے کہا کہ جا کر انٹرویو دے آؤ۔ بیٹا تھا کدو، آکر چپڑ اسی سے پوچھا کہ انٹرویو کب ہے اُس نے کہا کل ہے۔ یہ چلا گیا اور انٹرویو ہو گیا۔ دوسرے دن آیا، انٹرویو تو کل ہو گیا تھا، سلیکشن ہو گئی تھی، سیٹیں بند ہو گئی تھیں، رول میں پکڑے گئے، پھر پھر کے پھر پھر کے شامت ہو گئی، مسئلہ نہیں حل ہو رہا، آخر وزیر اعلیٰ سے کہلوایا اور وزیر اعلیٰ نے اپنے صوابدیدی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اُن کے بیٹے کو داخلہ دلوایا۔ میں نے ایسے ہی مذاق سے کہا کہ جناب عالی جس رول کو آپ Quote کیا کرتے تھے اُس کا پھندہ آپ کی طرف آیا ناں، میں نے کہا قانون کا پھندہ کتنا مشکل ہوتا ہے، دوسرے کو جب پھندہ ڈالتا ہوں تو مجھے تو پتہ ہی نہیں چلتا، لیکن وہی پھندہ میری طرف آتا ہے تو اُس وقت پتہ چلتا ہے کتنی مشکلات ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے تو

فرمایا "بشرا و لاتنفروا" کہ بشارت دواور نفرت نہ دلاؤ اور "یسرا و لا تعسرا" آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔ اور پھر وہ مشہور حدیث ہے جس میں کہ قرآن، حدیث، اجماع، قیاس چاروں چیزوں کا ذکر ہے۔ فقہاءِ اہل السنّت والجماعت کے جو اُصول ہیں کہ شریعت کا فیصلہ چار بنیادوں پر ہوتا ہے، قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ جو آدمی ان چاروں میں سے کسی کو چھوڑ کر کہے کہ یہ دین ہے تو یہ مردود ہے۔ کوئی آدمی کہے صرف قرآن دین ہے یہ آدمی مردود ہے جو کہے صرف قرآن وحدیث دین ہے یہ بھی مردود ہے۔ دین قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس چار چیزیں ہیں، حضرت معاذ بن جبلؓ سے آپؐ نے پوچھا کہ جب تم وہاں پر ہوں گے تو فیصلہ کیسے کیا کرو گے، اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کتابُ اللہ پر فیصلہ کیا کروں گا، آپؐ نے فرمایا کہ اس میں بات نہیں پاؤ گے تو اُنہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپؐ کی سنت پر فیصلہ کروں گا، پھر فرمایا کہ اگر اس میں بھی بات نہیں پاؤ گے، اُنہوں نے کہا اس قسم کے اور مسائل جو آئے ہوئے ہیں شریعت میں اُن کی روشنی میں اس کا فیصلہ کروں گا، گائے حلال جانور ہے دودھ بھی اس کا پاک اور حلال ہے بھینس کے حلال ہونے کا اور بھینس کے دودھ کے پاک ہونے کا کوئی تذکرہ شریعت میں نہیں ہے، بھینس کی حلت، اسکے دودھ کی حلت، اس کے گوشت کی حلت یہ قیاسی ہے وہ جانور جو گھاس چرتا ہو جگالی کرتا ہو، گندی چیزیں نہ کھاتا ہو، وہ حلال ہے تو یہ قیاسی ہے۔ اجماع، نیک لوگوں کا، سمجھ دار لوگوں کا جو شریعت کے فہم والے ہوں، صاحبِ علم، صاحبِ فہم اور صاحبِ تقویٰ، تین باتیں ہوں علم ہو اور اگر اس کے ساتھ فہم بھی ہو یہ نہ ہو کہ فہم تو آدمی کا "دانگلی نہ دانگلی" والا ہے۔ یہ پشتو کا محاورہ ہے "دانگلی نہ دانگلی" چھلانگ لگائی نہ لگائی۔ یہ محاورہ ایسا ہے، پرانے زمانے میں جُلاب دیا کرتے تھے، مریض کو ہدایت ہوتی تھی کہ بوجھ نہیں اُٹھائے گا، چھلانگ نہیں لگائے گا اور گوشت نہیں کھائے گا، مرچیں مصالحے نہیں کھائے گا۔ ایک دن جُلاب کر کے تین دن آرام کرنا ہوتا تھا، اُس میں چاول کھچڑی کھانا ہوتا تھا، پانی نہ بہت گرم نہ بہت ٹھنڈا پینا ہوتا تھا۔ حکیموں کے علاج کی بڑی احتیاطیں ہیں، تو ایک آدمی کو حکیم نے بڑا سمجھایا کہ "تا جُلاب کڑے دے، دانگے بہ نہ" تم نے جُلاب کیا ہے چھلانگ نہیں لگاؤ گے، اُس نے کہا ٹھیک ہے جی، بات بھول گیا، پھر ہماری طرح عقل تو اس کی تھی نہیں اُس نے چھلانگ لگالی۔ کسی نے کہا حکیم صاحب نے منع نہیں کیا تھا کہ "دانگے بہ نہ" چھلانگ نہیں لگاؤ گے، اُس نے اُس چھلانگ کی جگہ سے واپس پہلی جگہ کی طرف چھلانگ لگائی اور کہا "دانگلی نہ دانگلی" تو اس طرح اُس نے دو دفعہ بد پرہیزی کر لی یہ اس کا فہم تھا کہ "دانگلی" کو "نہ دانگلی" کر دیا۔ ایک اہلحدیث نماز میں ہل رہا تھا، کسی آدمی نے کہا

بھائی نماز سکون وقار سے پڑھنی چاہئے، اُس نے کہا آپ کیا کہتے ہیں میں نے حدیث پڑھی ہوئی ہے، اُس نے کہا لاؤ دکھاؤ کہاں پر لکھا ہوا ہے۔لکھا تھا نماز ہلکے پڑھنی چاہئے یعنی مختصر پڑھنی چاہئے۔امام کے لیے ضروری ہے کہ نماز مختصر پڑھے، اتنی لمبی نہ پڑھائے کہ لوگوں کو تکلیف ہو، اُس نے کہا جناب عالی نماز ہلکے پڑھنی چاہیے، ہل کے پڑھنی چاہیے نہیں لکھا ہوا۔علم کے ساتھ فہم ضروری ہے، اور فہم کے بعد پھر تیسری بات خوفِ خدا ہے، تقویٰ اور خوفِ خدا ہونا چاہیے، ورنہ آدمی مسائل اپنی مرضی کے بیان کرتا ہے، تو اجماع کے لیے اہلِ علم، اہلِ فہم اور اہلِ تقویٰ ہونا ضروری ہے۔ان چار مأخذ کو نہ مانتے ہوئے آدمی کوتاہی کا شکار ہو چکا ہوتا ہے۔جس کے نتیجے میں تعلق مع اللہ میں بہت بڑی کوتاہی ہو جاتی ہے۔

تعلق مع اللہ کے لیے تو پوری شریعت پر **الاھم فالاھم** کے اُصول کے تحت عمل ضروری ہے۔ صرف کثرتِ ذکر سے، صرف کثرتِ تلاوت سے، صرف کثرتِ نوافل سے اللہ کا تعلق پیدا نہیں ہوتا اور آدمی معاملات کو خراب کر رہا ہو، اخلاق کا گندہ ہو، میٹھی میٹھی باتیں کرنے کو مولوی صاحبان اخلاق سمجھتے ہیں، صوفیاء نے جو اخلاق بیان کیے ہیں، اخلاقِ فاضلہ اور اخلاقِ رذیلہ کبر، حسد، لالچ، کینہ، ریا سے باطن کا پاک ہونا اور اخلاص، تواضع، ہمدردی، خیر خواہی کا باطن میں جاگزیں ہونا یہ اخلاق ہیں۔کہ اخلاق کا گندہ ہے اور کثرتِ نوافل والا ہے تو کثرتِ نوافل پر تعلق مع اللہ نہیں پیدا ہوتا، اس لیے تربیت میں شریعت کی پوری کی پوری باتوں کو سیکھنا ہوتا ہے اور اُن پر عمل کرنا ہوتا ہے اور ترتیب پر چلنا ہوتا ہے۔ ہمارا ایک ساتھی آیا اُس نے کہا ڈاکٹر صاحب میں سارا وقت وقف کرنا چاہتا ہوں چھٹی کے بعد تبلیغی مرکز میں۔اس کی گھر والی نے ہمارے گھر میں بتایا ہوا تھا کہ بیٹا اس کا آوارہ ہوا ہے۔تو میں نے کہا بیٹا تو آپ کا آوارہ ہوا ہے، تو اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب جب ابراھیم علیہ السلام کی اولاد کو اللہ نے ضائع نہیں کیا تو ہماری اولاد کو بھی ضائع نہیں کرے گا، میں نے کہا جناب ابراھیم علیہ السلام کی اولاد کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذمہ داری اُٹھائی تھی جبکہ تیرے بال بچے اللہ نے تیرے ذمہ لگائے ہیں اُن کی تربیت تیرے ذمہ ہے، سب سے پہلے اپنے آپ کو آگ سے بچانا ہے پھر اپنے بال بچوں کو آگ سے بچانا ہے اُس کے بعد پھر باقی۔ یہ ترتیب ہے شریعت کی یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا یہ تربیت تو آپ کے ذمہ فرض واجب کے درجے میں ہے، اس کو پہلے نبھانا ہے ورنہ ترتیب پر عمل نہ ہوا اور تجربہ ہے ہمارا کہ جو ترتیب کے مطابق عمل نہیں کرتا ایسی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اُس کا کوئی حل نہیں ہوتا۔ایک خانقاہ سے آدمی آئے اُن سے عرض کیا کہ آپ لوگوں کے پاس رات کے ۱۲

بجے آدمی پہنچتے ہیں اوراڑھائی بجے آپ پھر جگاتے ہیں اُن کو، تو اُنہوں نے کہا کہ مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور آدمی کچھ لے کر جاتے ہیں جس سے متاثر ہوتے ہیں۔اس طرح کے مجاہدات مسلسل رہیں تو آدمی صحت کھودیتا ہے پھر فرائض واجبات پر چلنے کے حالات نہیں رہتے۔شریعت میں مجاہدہ فقط احکامِ الٰہیہ کو پورا کرنے کے لیے تکالیف ہیں اُن کو برداشت کرنے کو کہا ہوا ہے اور گناہوں سے بچنے کی جو تکالیف ہیں اُن کو برداشت کرنے کا کہا ہے، شرعی مجاہدہ اتنا ہی ہے باقی جو صوفیاء کراتے ہیں وہ معالجہ ہے مجاہدہ نہیں ہے، اور معالجے میں ایسی سخت تکالیف میں ڈال لینا کہ صحت ہی ضائع ہوجائے، اس کی تو محققین صوفیاء نے اجازت نہیں دی ہے۔یہ فن ہے ہاں جی، یہ پورا فن ہے اور یہ حدیث اور تفسیر کے دوروں کے علاوہ فن ہے اگرچہ اُسی سے مستنبط ہے۔لیکن جس نے اس شعبے میں کام نہ کیا ہو وہ مدرسہ کا کتنا ہی ماہر اُستاد کیوں نہ ہو تربیت کے فن کا ماہر نہیں ہوتا۔حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک اہلحدیث مولوی صاحب آئے ہوئے تھے، اتنے میں کوئی مرید آیا، اُس نے کہا حضرت جذباتِ شہوانیہ بہت طاری ہوتے ہیں، بدکاری کے جذبات طاری ہوتے ہیں، تو اہلحدیث نے آپ کے بولنے سے پہلے جواب دے دیا روزے رکھو، اُس نے کہا روزے رکھے ہیں، اُس سے شہوت اور زیادہ ہوگئی ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہوا کہ اب ماہرِ حدیث صاحب جواب دے۔اب وہ خاموش کوئی جواب نہیں دے سکتا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا برخوردار حدیث شریف میں فرمایا ہوا ہے کثرت سے روزہ رکھے، محض روزے رکھے نہیں کہا ہوا، جب آدمی تھوڑے روزے رکھتا ہے دو چار روزے رکھتا ہے تو اُس سے جذباتِ شہوانیہ اور اُبھرتے ہیں کیونکہ بدن کی رطوبتیں جب کم ہوتی ہے اور ہم عام طور پر تو لوگ Over eating کرتے ہیں، کھانا ہر آدمی زیادہ کھا رہا ہے، جب کھانے کا بوجھ بدن سے ہٹتا ہے اور رطوبتیں کم ہوتی ہیں، تو ڈاکٹر صاحبان اس بات کو سمجھتے ہیں Hormones concentrate ہوتے ہیں، تو جذبات پھر اُبھرتے ہیں، اور جب روزہ کثرت کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے نفس کے اندر ٹوٹ پھوٹ آتی ہے شکستگی آتی ہے، جو جذبات کو ٹھنڈا کرتی ہے۔جس آدمی نے اس فن کو برتا ہوا ہوتا ہے، کیا ہوا ہوتا ہے، اُس کا تجربہ ہوتا ہے۔

یہ تو ایسا فن ہے کہ شیخ کامل ہو اور مرید فہیم و مخلص ہو اور پوری شریعت کی الاہم فلاہم کے اصول کے تحت تربیت لے لے تو دنیا و آخرت کے لحاظ سے کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔کمی تب رہ جاتی ہے جب یا شیخ اناڑی ہے یا مرید بے احتیاط ہے تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔یا بتانے والے نے تعلق مع اللہ محض کثرتِ نوافل اور کثرتِ ذکر بتایا ہے اور باقی زندگی میں روک ٹوک چھان بین اور تراش خراش نہیں کر رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ذکر ایک محفل کا

(محترمہ فائزہ شہزاد، حیات آباد، پشاور)

{اعمال رواج کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اُس کے بعد مفادات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اعمال جو رضائے الٰہی، فکرِ آخرت اور اشاعتِ دین و اصلاحِ نفوس کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں وہ رواج اور مفاد کی نظر ہو کر اپنے فوائد کھو دیتے ہیں اور بدعت بن جاتے ہیں۔ مفاد کے ساتھ ساتھ بدعت میں نفسانی مزہ اور حظ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ رواج، مزہ اور مفاد اُس عمل کی جان نکال لیتے ہیں اور وہ ایک بے جان ترتیب (Routine) رہ جاتا ہے۔ پیش نظر مضمون میں ایک محفلِ میلاد کا تذکرہ ہے۔ صاحبۂ مضمون نے محفل کی عجیب منظر کشی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان بدعات سے توبہ تائب ہونے اور بدعات سے پاک اصل دین کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور ﷺ کی سیرت اور میلاد مسلمان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ ہماری تو ہر مجلس اور ہر اجتماع اس تذکرے سے معمور ہونا چاہئے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور تابعین، تبع تابعین کے دور میں ان مجالس کے انعقاد کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی کیونکہ اُن کی ہر مجلس ان تذکروں سے معمور اور بھرپور ہوتی تھی۔ بہرحال کوئی بدعات سے پاک اور صحیح اصولوں کے مطابق ایسی مجلس منعقد کرے تو اُس کے جواز سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن مستحب اعمال اگر بدعت کا شاخسانہ بن رہے ہوں تو اُن کے ترک کی بھی ترغیب آئی ہوئی ہے۔ علمائے حق اِس قسم کی میلادوں کی مخالفت کیا کرتے ہیں جبکہ مخالفین اُن کے بارے میں یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی سیرت بیان کرنے کے لئے جو میلاد کی محافل منعقد کی جاتی ہیں اُن کے مخالف ہیں۔}

(ادارہ)

مسز صمد میری بہت قریبی جاننے والی ہیں۔ پچھلے دنوں محفلِ میلاد کی بابرکت محفل اُن کے گھر میں سجی تو میں بھی اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر اِس بابرکت محفل میں جا پہنچی۔ مگر جیسا میں

سوچ کر گئی تھی وہاں ایسا کچھ نہ تھا۔ ہر طرف گویا فیشن کا سیلاب آیا ہوا تھا۔ میں حیران و پریشان چاروں طرف دیکھ رہی تھی کہ شائد میں نے غلط سنا ہے کسی اور تقریب کا کہا ہوگا اور میں نہ جانے کیا سمجھی؟ ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ مسز صمد آئیں اور بڑے جوش و خروش سے ملیں جبکہ میری نگاہیں شرم سے جھک گئیں۔ مسز صمد نے بغیر آستینوں کے بلاؤز والی سفید ساڑھی پہن رکھی تھی اور فُل میک اپ کیا ہوا تھا۔ وہ بلاشبہ خوبصورت لگ رہی تھی مگر مجھے زہر سے بھی زیادہ بری لگ رہی تھی۔ میں اُن سے مل کر جلتی کڑھتی ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ میری نظریں ہال کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں اور میں تمام آنے والی خواتین کا جائزہ لے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد شہر کی ایک معروف سیاسی و سماجی شخصیت جالی کے شاندار سوٹ میں ملبوس سونے اور ہیروں کی جیولری سے سجی تشریف لائی تو کونوں کھدروں سے اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر باہر نکل آئے اور دھڑا دھڑ تصویریں کھینچی جانے لگیں۔ مسز صمد کی بہو اور بیٹی جیسے ہی بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر آئیں تو محفل کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ شہر کی معروف نعتیہ اکیڈمی سے کچھ طالبات اور اساتذہ بلائی گئی تھیں۔ بعض شوقیہ خواتین بھی نعت خوانی کے لئے اسٹیج پر موجود تھیں۔ افسوس صد افسوس کہ تمام نعتیں نئے اور پرانے گانوں کی طرز پر تیار کی گئی تھیں۔ جیسے ہی نعت خوانی شروع ہوئی تو پہلی قطار میں بیٹھی خواتین نے ہاتھ بلند کر کے عجیب بے ڈھنگی سی حرکتیں شروع کر دیں جس پر فوٹو گرافروں نے اُن کی تصویریں کھینچیں۔ تمام نعت خوان لڑکیوں نے آدھے بازو والی چھوٹی قمیصیں پہن رکھی تھیں، آدھے سر ڈھکے اور آدھے کھلے تھے۔ بس فیشن ہی فیشن تھا۔ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے کیونکہ مجھے اپنا آپ بہت حقیر اور کمتر محسوس ہو رہا تھا۔ نعت خوان سمجھ رہی تھیں کہ شائد ہماری آوازوں نے اثر کر دکھایا ہے۔ میں نہایت آزردہ اور پریشان تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہے؟ بچپن میں پڑھا ایک شعر بار بار یاد آ رہا تھا

ؔ تشریف آپ لاتے ہیں اُس بزم میں حضورؐ
اے عاشقو! کہ جس جگہ ذکرِ حبیبؐ ہو

میرا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا کہ کیا یہ ایسی محفل ہے جس میں آقائے دو جہاں ﷺ آتے ہوں گے؟ مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ یہ تو سب دکھاوا اور ریاکاری تھی جو یہ تمام عورتیں نباہ رہی تھیں۔

اب تو قرآن خوانی، نعت خوانی اور افطار پارٹیاں تمام کی تمام ہم لوگ محض دکھاوے اور تعلقات کو نباہنے کی خاطر کرتے ہیں۔ آجکل یہ ایک فیشن بن چکا ہے۔ ہم کیسے مسلمان ہیں؟ ایسی باتوں کی اجازت نہ تو ہمارے ربّ نے دی ہے اور نہ ہی ہمارے رسولِ کریم ﷺ نے۔ عورت کو تو بغیر ضروری کام کے گھر سے نکلنے کی بھی اجازت نہیں۔ مگر آج کی عورت گھر کے اندر رہ کر ڈپریشن کا شکار ہو جاتی ہے۔

اِس محفلِ میلاد میں کوئی خاتون بھی ایک منٹ کو خاموش نہ تھی میرے ساتھ بیٹھی دونوں عورتیں مسلسل اپنی اپنی ساس کی برائیوں میں مشغول تھیں۔ میرے پیچھے بیٹھی خواتین ہر خاتون کے کپڑوں اور زیورات پر تنقید و تعریف کر رہی تھیں۔ اُن کے ساتھ بیٹھی ایک خاتون جمائیاں لیتی ہوئی صرف کھانے کے انتظار میں تھی کہ کب یہ محفل ختم ہو وہ کھانا کھائے اور گھر جائے۔

یکا یک میرا دم گھٹنا شروع ہو گیا۔ مجھے لگا کہ اگر مزید ایک لمحہ یہاں ٹھہری تو میں ڈپریشن کا شکار ہو جاؤں گی۔ میں فوراً اُٹھی اور باہر نکل آئی۔ میری آنکھوں سے اشک رواں تھے، دل غم کے مارے پھٹا جا رہا تھا۔ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ جس ثواب اور برکت کو میں حاصل کرنے آئی تھی وہ کہاں ہے؟ یہ ہم کس منزل کی جانب رواں دواں ہیں؟ کس کشتی کے مسافر ہیں؟ کیا ہمارے اللہ اور رسول ﷺ نے ہمیں ان تمام کاموں کا حکم دیا ہے؟ کیا ہماری تمام اُمہات المؤمنین ایسے ہی کیا کرتی تھیں؟

تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ہونے کے باوجود ہمیں اچھے برے کی تمیز نہیں رہی۔ ہم سے اچھے تو وہ نومسلم ہیں جو اسلام قبول کرتے ہی پورے کے پورے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اصل دین کو چھوڑ کر خرافات میں لگ گئے ہیں۔ وہ ہمیں دیکھ کر کیا سوچتے ہوں گے؟ یا اللہ میں کیوں آگئی؟ اے اللہ پاک ہم گناہ گاروں پر اپنا رحم و کرم کر دے۔ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا دے، ہماری بہو، بیٹیوں کو ایمان کی روشنی سے منوّر فرما دے، شرم و حیا کے زیور سے نواز دے۔ آمین! ورنہ اگر یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں جب ہمارا حال پاؤں تلے روندھے گئے پتوں جیسا ہوگا کیونکہ جو پتا درخت سے ٹوٹ جاتا ہے اُس کا مقدر صرف اور صرف پاؤں تلے روندھے جانا ہے۔ دینِ اسلام ہمارا درخت ہے جس کے ساتھ جُڑے رہنے میں ہی ہماری فلاح و نجات ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حالتِ نزع (پانچویں قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ سپیشلسٹ، کوہاٹ)

منصور ابن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز ایک جوان کو دیکھا کہ ڈرنے والوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے، میرے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ شخص کوئی ولی ہے، میں کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ شخص اپنی نماز سے فارغ ہوا، میں نے اس سلام کیا، اُس نے جواب دیا، میں نے اس سے کہا کہ تو نہیں جانتا کہ دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام لظیٰ ہے جو کھال اُتار دے گی، اس شخص کو بلائے گی جس نے (ہدایت سے) پیٹھ پھیری ہوگی اور بے رخی کی ہوگی اور (مال) جمع کیا ہوگا، پھر اس کو اٹھا کر رکھا ہوگا، یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگیا، جب افاقہ ہوا تو کہنے لگا اور کچھ سناؤ میں نے یہ آیت سنائی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (سورۃ تحریم، پارہ ۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے نفس کو اور اپنے اہل خانہ کو نار سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سخت شدید فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں۔

یہ سن کر وہ شخص گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی، میں نے اس کا سینہ کھول کر دیکھا تو اس کے سینہ پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا۔

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (سورۃ المعارج، پارہ:۲۹)

ترجمہ: یعنی وہ عیش پسندیدہ میں رہے گا اعلیٰ درجہ جنت میں جس کے ثمرات قریب ہیں۔

جب تیسری رات ہوئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ تخت پر رونق افروز ہے اور اس کے سر پر تاج رکھا ہوا ہے، میں نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا، کہا میری مغفرت فرمائی اور مجھے ثواب اہلِ بدر کا عطا ہوا بلکہ اور زیادہ دیا، میں نے کہا زیادہ کیوں دیا، کہا اس وجہ سے کہ وہ

کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں اللہ کے کلام سے شہید ہوا۔

ابوبکر رقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ابوبکر زقاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صبح کے بعد موجود تھا وہ کہہ رہے تھے یا اللہ تو مجھے اس دنیا میں کب تک ڈالے رکھے گا، ظہر کا وقت بھی نہ آنے پایا تھا کہ اُن کا وصال ہوگیا۔

ابوعلی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا، بہت خستہ حال پرانے کپڑے، کہنے لگا، یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی غریب فقیر مرجائے، میں نے لاپرواہی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہا ندر آجا اور جہاں چاہے پڑ کر مر جا، وہ اندر آیا، وضو کیا، چند رکعات نماز پڑھی اور رلیٹ کر مر گیا، میں نے اسکی تجہیز تکفین کی، اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ اُس کے منہ پر سے کفن ہٹا کر اس کا منہ زمین پر رکھ دوں تا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی غربت پر رحم فرمائے، میں نے اس کا منہ کھولا اس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے پوچھا میرے سردار کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے، میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔

علی بن سہل اصبہانی کہا کرتے تھے کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میں بھی اس طرح مروں گا، جس طرح لوگ مرتے ہیں، بیماری، عیادت (سودھندے ہوجاتے ہیں) میں تو اس طرح مروں گا کہ مجھے کہا جائے گا اے علی! اور میں چل دوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک دن کہیں چلے جارہے تھے، چلتے چلتے کہنے لگے لَبَّیکَ (حاضر ہوں) اور مر گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت قائم نہیں ہوگی مگر بدترین آدمیوں پر۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سے تعلق رکھنے والے اچھے لوگ جب سب ختم ہوجائیں گے اور یہ دنیا جب صرف بدکرداروں اور خدا فراموشوں ہی کی دنیا رہ جائے گی، تب اللہ کے حکم سے قیامت آجائے گی۔ (معارف الحدیث)

سلطان شمس الدین التمشؒ

(انجنیئر ثاقب علی خان)

سلاطیں ہیں غلامانِ محمدؐ

غلامانِ محمدؐ ہیں سلاطیں

دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے نعمت فرمایا ہے۔اس دین کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے گرے پڑے طبقوں کو اٹھایا اور دینی و دنیوی ترقیوں کے اوج و کمال پر پہنچا دیا۔انسانیت کا سب سے زیادہ مظلوم طبقہ غلاموں کا تھا جن کے کوئی انسانی حقوق نہیں تھے۔اسلام نے اس طبقے کی تربیت کا اہتمام کر کے اس کے افراد کو دین کا امام اور دنیا کا سلطان بنا ڈالا۔برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلی باقاعدہ اسلامی سلطنت کی بنیاد جس خاندان نے رکھی وہ تاریخ میں خاندان غلاماں کہلاتا ہے۔اس خاندان کا سب سے پہلا فرمانروا قطب الدّین ایبک تھا جو سلطان شہاب الدّین غوریؒ کا غلام تھا۔شہاب الدّین غوری نے اسے آزاد کر کے اپنا جرنیل بنایا یہاں تک کہ اس کی وفات کے بعد قطب الدّین ایبک ہندوستان کا پہلا مسلمان فرمانروا بنا۔

سلطان قطب الدّین ایبک کا ایک غلام شمس الدّین التمش تھا۔یہ غلام ہی قطب الدین ایبک کا جانشین ہوا۔یہ وہ سلطان ہے جو اولیاء اللہ کی سیرت رکھتا تھا اور اس کا شمار ہندوستان کے عظیم فرمانرواؤں میں ہوتا ہے۔جس طرح خاندانِ مغلیہ میں اورنگزیب عالمگیرؒ ایک ولی صفت بادشاہ گزرا ہے ایسے ہی شمس الدّین التمش خاندان غلاماں کا ولی صفت سلطان گزرا ہے۔شمس الدین التمش کا دور حکومت ۱۲۱۰ء سے ۱۲۳۶ء تک ہے۔

التمش ترکستان کے ایک بڑے گھرانے کا فرزند تھا۔اس کا باپ ایلم خان اپنے قبیلہ کا سردار تھا،اس کے کئی لڑکے تھے لیکن وہ التمش کو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے بہت ہی عزیز رکھتا تھا۔ایلم خان کی یہ محبت اس کے دوسرے بیٹوں کو پسند نہ آئی اور انھوں نے التمش کے ساتھ وہی سلوک کیا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں نے کیا تھا۔التمش کے بھائیوں اور بھتیجوں نے اس یوسف ترکستان کو گلہ بانی اور شکار کے بہانہ دور دراز باغ و صحرا میں لے جا کر ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ

ڈالا۔سوداگر اسے بخارا لے گیا جہاں اس شہر کے صدر جہاں کے ایک عزیز نے اسے خرید لیا۔ یہ خاندان اپنی بزرگی اور مذہبی فضیلت کے لحاظ سے ممتاز تھا، یہاں التمش اپنے آقا کے لڑکوں ہی کی طرح پرورش پاتا رہا اور اس نے اپنے آقا کی خدمت گذاری میں غیر معمولی دیانت واخلاق کا ثبوت دیا۔ ایک دفعہ اس کے آقا کے خاندان کے کسی فرد نے التمش کو بازار سے انگور لانے کو کچھ رقم دی، راستہ میں یہ رقم گم ہوگئی، اور وہ بیٹھ کر رونے لگا۔اتنے میں ایک درویش اسکے پاس پہنچا، اس پر شفقت کی اور اسے انگور خرید کر دیدیا، اور ساتھ ہی اس سے وعدہ لیا کہ جب اس کو دولت اور ملک حاصل ہو تو فقراء و اہل خیر کی تعظیم میں لگا رہے گا۔ بعد میں جب وہ دہلی کا سلطان ہوا تو اسے یہی خیال رہا کہ اس کو دولت اور سلطنت اسی درویش کی دعا سے ملی ہے۔

تقدیر نے اسے صدر جہاں کے خاندان سے جدا کیا اور وہ فروخت ہوتے ہوتے ایک سوداگر حاجی جمال کے پاس پہنچا۔ اپنے نئے آقا کے ساتھ وہ بغداد پہنچا۔ بغداد اس وقت جلیل القدر علماء و مشائخ کا گہوارہ بنا ہوا تھا، سہروردیہ اور چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے فیوضات جاری تھے۔ التمش کم عمری کے باوجود تمام بزرگان کے حلقہ میں حاضر ہوتا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فوائد السالکین میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں ایک روز حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک ساتھ کہیں تشریف فرماتھے کہ ایک بارہ سال کا لڑکا وہاں سے گزرا، تمام بزرگوں کی نظریں اس پر اٹھ گئیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زبان مبارک سے نکلا ’’ایں کودک بادشاہ دہلی خواہد شد، وحق او را از جہان نبرد تا بپادشاہی نرساند‘‘ (یہ لڑکا دہلی کا بادشاہ بنے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو دنیا سے تب تک نہیں اٹھائے گا جب تک بادشاہ نہیں بنا دے گا)۔

کچھ عرصہ کے بعد حاجی جمال الدین نے التمش کو قطب الدین ایبک کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ ایبک نے اسے اپنے لڑکے کی طرح ساتھ رکھنا شروع کیا۔ التمش نے اس کی خدمت میں غیر معمولی ذہانت وطباعی کا ثبوت دیا، اس لیے مختلف عہدوں پر ترقی کرتا چلا گیا۔ پہلے وہ سر جاندار مقرر ہوا، پھر امیر شکار بنایا گیا اور جب گوالیار فتح ہوا تو وہاں کا امیر مقرر ہوا جہاں اس کی انتظامی صلاحیتیں خوب ظاہر ہوئیں۔ میدان جنگ میں بھی اس نے بہادری وشجاعت کا سکہ بٹھایا۔

جب شہاب الدّین غوری نے گھکڑوں کے خلاف لشکر کشی کی تو التمش بھی ایک بڑی فوج کے

ساتھ اس کی مدد کو پہنچا۔لڑائی شروع ہوئی تو التمش نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے ،لشکر میں اس سے زیادہ بہادر کوئی فوجی نظر نہ آتا تھا۔گھکڑوں کی فوج دریا کے اس پار تھی شہاب الدین غوری کے سپاہیوں کا دشمن پر کوئی قابو نہ چل رہا تھا۔شمس الدین التمش نے مردانہ وار گھوڑا دریائے جہلم میں ڈال دیا اور دریا پار کر کے دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ بیشمار دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔التمش کی اس جرأت و بہادری کا نظارہ شہاب الدین غوری نے بھی کیا۔ جب گھکڑ پسپا ہو کر فرار ہو گئے تو شہاب الدین غوری نے التمش کو طلب کر کے انعامات سے نوازا اور قطب الدین ایبک سے کہا ''التمش رانکو داری کہ ازوے کارے خواہد آمد''۔اور ایبک سے بات کی سفارش بھی کی کہ التمش کو آزاد کر دے۔ قطب الدین ایبک نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور اپنی ایک لڑکی بھی اس کے حبالۂ عقد میں دے دی۔تمام اعیان سلطنت اس کی دینداری،سپہ گری اور نظم ونسق میں اس کی بیدار مغزی کے معترف ہوتے گئے،اور جب قطب الدین کا انتقال ہوا تو ارباب حل وعقد نے التمش کو تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کی دعوت دی۔

بادشاہت کے زمانے میں التمشؒ درویشوں خصوصاً بزرگان چشت کا اور بھی زیادہ معتقد اور گرویدہ ہوگیا اور اس نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعتِ سلوک کی۔اور ایک نئی سلطنت کی جڑیں مضبوط کرنے،مفتوحہ علاقوں کے نظم وضبط کو بہتر بنانے اور بڑی سے بڑی فوجی مہمات کی راہنمائی کے باوجود صوفیہ،علماء اور شعراء کی مجلسیں بھی یکساں گرم رکھیں۔

سلطان التمشؒ راتوں کو جاگتا،کسی نے اسے سوتے نہیں دیکھا،اگر کبھی سو جاتا تو فوراً بیدار ہو کر وضو کرتا اور مصلے پر جا بیٹھتا،اپنے نوکروں میں سے کسی کو بھی نہ اٹھاتا اور کہتا کہ سونے والوں کو کیوں تکلیف دی جائے،رات کو وہ گدڑی پہن لیتا تا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو اور کسی شخص کو لے کر باہر نکل جاتا،اس کے ہاتھ میں سونے کے ٹنکے کا ایک برتن ہوتا اور وہ ہر مسلمان کے دروازہ پر جاتا،اس کے حالات پوچھتا اور اس کی مدد کرتا،واپسی پر مسجدوں،خانقاہوں اور بازاروں میں گشت کرتا اور ان مقامات کے رہنے والوں کو مالی فائدہ پہنچاتا،اور ان سے طرح طرح سے گزارش کرتا کہ اس کی مدد کا کسی سے ذکر نہ کیا جائے۔دن کو اس کے دربار میں عام اجازت تھی کہ جو مسلمان رات کو فاقہ کرتے ہوں اس کے پاس آئیں اور جب وہ آتے تو ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دیتا اور ان کو قسمیں دے کر تلقین کرتا

کہ جب ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہے یا کوئی ان پر ظلم کرے تو وہ یہاں آ کر عدل و انصاف کی زنجیر جو باہر لٹکی ہوئی ہے کو ہلائیں تا کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کر سکے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سلطان کا ذکر نہایت عزت و احترام اور لطف و محبت سے کرتے تھے اور اس کی وفات پر یہ تاریخ قلمبند کی

با سال شش صد وسی بود کہ از ہجرت
نماند شاہ جہاں شمس دین عالمگیر

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ سلطان کی وفات کے بعد لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میری بخشش میرے حوض کی بدولت ہوئی۔ حوض سے مراد حوضِ شمسی ہے جس کو سلطان نے ۶۲۷ھ میں تعمیر کیا، یہ حوض دو پہاڑوں کے بیچ میں تھا تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا، اس کا پانی ایسا شفاف تھا کہ رات کو بھی اس کی تہہ کی ریت دکھائی دیتی تھی، پہاڑی زمین ہونے کے باعث اس کا پانی اندر جذب نہیں ہوتا تھا، دریائے جمنا سے اس حوض تک بہت سی نہریں نکالی گئی تھیں اس کے بیچ میں ایک چبوترہ تھا جس پر ایک عمارت تھی، حوض کے پرندوں کی وجہ سے بڑا دلکش منظر رہتا تھا اسی لیے شہر کے لوگ تفریح کے لیے اس پرفضا مقام پر جمع ہوا کرتے تھے۔

فوائد السالکین میں اس حوض کے متعلق ہے کہ جب سلطان شمس الدینؒ نے اس کے بنوانے کا ارادہ کیا تو ارکان سلطنت کے ساتھ زمین کی تلاش کے لیے نکلا جب واپس ہوا تو رات کو نماز پڑھ کر مصلے پر ہی سو گیا، خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہیں، وہ آپؐ کے سامنے جا کر گر پڑا اور جب اٹھا تو گھوڑے نے زمین پر ٹھوکر ماری جس سے پانی بہنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی جگہ حوض بنواؤ۔ جب شمس الدینؒ خواب سے بیدار ہوا تو کچھ رات باقی تھی وہ اسی وقت حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے ساتھ اس جگہ پر لے گیا اور دونوں نے تاریکی میں چراغ سے دیکھا کہ زمین سے پانی ابل رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اس حکم کی تعمیل میں اسی جگہ حوض کھدوایا جس کا پانی بہت ہی شیرین نکلا۔ قطب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس حوض کو دو برکتیں حاصل ہوئیں، ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی

برکت تھی اور دوسرے یہ کہ یہاں بڑے بڑے بزرگان دین محوخواب ہیں۔

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے محمد تغلق کے زمانے میں اس حوض کو دیکھا اور لکھا ہے کہ شہر کے لوگ اس کا پانی پیتے ہیں اور شہر کی عیدگاہ بھی اسی کے قریب ہے، اس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے، اس کا طول دو میل اور عرض ایک میل ہے، اس کے غربی کنارے پر پتھر کے گھاٹ بنے ہوئے ہیں جو چبوتروں کی شکل میں ہیں، کئی چبوترے نیچے اوپر ہیں، چبوتروں سے پانی تک سیڑھیاں ہیں اور ہر ایک چبوترے کے کونے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں تماشائی بیٹھ کر سیر کرتے ہیں، حوض کے وسط میں منقش پتھروں کا گنبد بنا ہوا ہے، یہ گنبد دو منزلہ ہے، جب تالاب میں پانی بہت ہوتا ہے تو کشتیوں میں بیٹھ کر اس گنبد تک پہنچ سکتے ہیں اور جب پانی تھوڑا ہوتا ہے تو اکثر آدمی ویسے ہی چلے جاتے ہیں، اس کے اندر ایک مسجد ہے جہاں اکثر زاہد اور متوکل جا کر رہتے ہیں۔

اس دور میں شہر دہلی تین حصار سے گھرا ہوا تھا اور یہ شہر اپنی خصوصیات کی وجہ سے قبۂ اسلام کہلاتا تھا، یہاں بڑے بڑے بزرگ تھے، ہر گھر اپنی آرائش وزینت کے لحاظ سے بہشت کا نمونہ تھا، یہ شہر پہاڑی پر واقع تھا اور اس کے اردگرد دو میل تک باغات تھے، سال کے ہر موسم میں یہاں پھول نظر آتے تھے اور پھولوں سے چمن چاندی اور سونے کی طرح جگمگا تا رہتا تھا، زمین پر سبزوں کی لہلہاٹ سے سواد بہشت کا لطف آتا تھا، ہند و خراسان کے پھلوں سے بازار بھرا رہتا تھا، عام طور سے لوگ فرشتہ خصلت ہونے کے ساتھ صنعت، علم، ادب اور آہنگ وساز سے دلچسپی رکھتے تھے اور نیزہ پیکان اور تیر کے فن سے بھی واقف تھے۔

دہلی میں اس وقت تین چیزیں نمایاں تھیں، جامع مسجد، حوضِ شمسی اور قطب مینار۔ مسجد میں نو گنبد تھے، اس کے سامنے دروں کا سلسلہ مسقّف نہ تھا۔ قطب مینار کے اوپر ایک قبہ تھا جس کا بالائی حصہ سونے کا تھا۔

دریائے جمنا کے کنارے کیلوکھری میں شاہی محل واقع تھا جو آراستہ و پیراستہ ہونے کی وجہ سے بہشت معلوم ہوتا تھا، اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا، نیچے کا حصہ اینٹوں کا بنا ہوا تھا جس پر آئینہ کی طرح صاف وشفاف چونے کا گچ تھا، اوپر کے حصہ میں سنگ سفید لگا ہوا تھا، اس کے ایک طرف دریا تھا اور دوسری طرف باغ تھا جس کے درختوں کی شاخیں محل کے اندر آ کر لٹکتی رہتی تھیں۔

سلطان التمشؒ کے دور میں ممالک اسلامیہ سے بکثرت مشائخ وصلحاء ہندوستان آئے ، التمش ان میں سے ہر ایک سے غایت تعظیم و تکریم سے پیش آتا ۔ جب حضرت جلال الدین تبریزیؒ دہلی تشریف لائے تو التمش نے مشائخ وعلماء کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کے باہر جا کر ان کا استقبال کیا اور ان کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر گیا اور ان کو آگے کر کے خود ان کے پیچھے پیچھے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت شیخ بدرالدین غزنوی نے دہلی آ کر کسی کام کے سلسلہ میں التمش سے ملنا چاہا تو اس نے محل سے باہر نکل کر ان کی پیشوائی کی ، ان سے بغل گیر ہوا ، محل کے اندر لے گیا اور نذرانے بھی پیش کیے ۔

سلطان التمشؒ مذہبی مجالس میدان جنگ اور محاصرہ میں بھی منعقد کراتا ۶۲۹ھ میں اس نے قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا تو یہ گیارہ مہینے جاری رہا ، مولانا منہاج الدین بھی شاہی لشکر کے ساتھ تھے ، دوران محاصرہ جب مجلسیں منعقد ہوتیں تو مولانا منہاج الدین ہی وعظ کہا کرتے ان کا بیان ہے کہ اس محاصرہ میں شاہی خیمے کے سامنے ۹۵ مجلسیں ہوئیں ۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا انتقال شمس الدین التمشؒ سے چند ماہ پہلے ہوا ، قطب صاحبؒ نے ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ کو وفات پائی اور سلطان التمشؒ ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ کو عالم جاودانی کو سدھارا ۔ قطب صاحبؒ نے وفات سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ ایسا شخص پڑھائے جو ہمیشہ عفیف رہا ہو ، عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں اور ہمیشہ نماز با جماعت میں تکبیر اولیٰ سے شریک رہا ہو ۔ نماز جنازہ کے وقت جب اس وصیت کا اعلان کیا گیا تو التمش نے بھی اس کو سنا اور سن کر تھوڑی دیر خاموش رہا کہ شاید کسی بزرگ کو یہ سعادت حاصل ہو ، لیکن جب کوئی امامت کے لیے آگے نہیں بڑھا تو سلطان التمشؒ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ میری خواہش تو یہی تھی کہ میرے حال سے کسی کو واقفیت نہ ہو لیکن خواجہ کے حکم کے آگے کوئی چارہ نہیں ، پھر جنازہ کی نماز پڑھائی اور ایک طرف اپنے کاندھے پر جنازہ اٹھایا اور باقی تین طرف اولیاء اللہ اپنے اپنے کاندھوں پر قطب صاحبؒ کے جسد مبارک کو مدفن تک لے گئے ۔

☆☆☆☆☆☆☆

ضروری اطلاع : آئندہ ماہانہ اجتماع ۱۶ ستمبر ۲۰۰۶ بروز ہفتہ ہوگا ، انشاء اللہ !　　(ادارہ)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (چوتھی قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

(۱۳) مَا مِنْ اٰدَمِیَّ اِلَّا وَ فِیْ رَأْسِہٖ سلسلتانِ سلسلۃٌ فِی السَّمَاءَ السَّابِعَۃِ وَ سَلْسَلَۃَ فِی الْاَرْضِ السَّابِعَۃِ فَاِذَا تَوَاضَعَ رَفَعَہُ اللّٰہُ بِالسلسلۃِ اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَۃِ وَاِذَا تَجَبَّرَ وَضعہ اللّٰہُ بِالسلسلۃ الی الارضِ السَّابِعَۃِ

(کنز العمال)

ترجمہ: ہر بندے کے سر میں دو زنجیریں ہوتی ہیں ایک زنجیر ساتویں آسمان میں ہوتی ہے اور ایک ساتویں زمین میں ہوتی ہے، جب بندہ تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے زنجیر کے ذریعے ساتویں آسمان تک پہنچا دیتا ہے یعنی عزت بخشتا ہے اور جب تکبر اختیار کرتا ہے تو دوسری زنجیر کے ذریعے ساتویں زمین کی طرف اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتے ہیں، یعنی وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۱۴) مَنْ رَفَعَ رَأْسَہٗ فِی الدُّنْیَا قَمَعَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ فِی الدنیا بَعَثَ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَانتشطہ مِن بَین الجمع فقال اَیُّھَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَیَّ اِلَیَّ فَاِنَّکَ مِمن لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن۔ (کنز العمال)

ترجمہ: جس نے دنیا میں تکبر اختیار کیا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت میں رسوا کرے گا اور جس نے عاجزی اختیار کی تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو مجمع میں سے اسے چن لے گا اور کہے گا اے نیک بندے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری طرف آؤ میری طرف آؤ تم ان لوگوں میں سے ہو جن پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہیں۔

(۱۵) عَنْ عَیَاضِ بْنِ حَمَّاد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَتَفَخَّرُ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا یَبْغِیْ

اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی بھیجی ہے کہ آپس میں عاجزی اختیار کرلیں یہاں تک کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے۔

(۱۶) وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَازَادَ اللّٰهُ بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے کبھی مال کم نہیں ہوتا اور معافی سے اللہ تعالیٰ عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے اٹھاتا ہے۔

(۱۷) وَعَنْ نَصِیحِ العَنْسِی عَنْ رَکْبِ الْمِصْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طُوبٰی لِمَنْ تَوَاضَعَ فِیْ غَیْرِ مَنْقَصَةٍ وَذَلَّ فِیْ نَفْسِهٖ مِنْ غَیْرِ مَسْأَلَةٍ وَاَنْفَقَ مَالًا جَمَعَهُ فِیْ غَیْرِ مَعْصِیَةٍ وَ رَحِمَ اَهْلَ الذُّلِّ وَالْمَسْکَنَةِ وَخَالَطَ اَهْلَ الْفِقْهِ وَالْحِکْمَةِ طُوْبٰی لِمَنْ طَابَ کَسْبُهُ وَصَلُحَتْ سَرِیْرَتُهُ وَکَرُمَتْ عَلَانِیَتُهُ وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهُ طُوبٰی لِمَنْ عَمِلَ بِعِلْمِهٖ وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهٖ وَاَمْسَکَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهٖ (الترغیب والترھیب)

آپ ﷺ نے فرمایا خوشی ہے اس آدمی کے لیے جس نے ایسی جگہ تواضع اختیار کی جو عیب والی نہ ہو (یعنی اس جگہ تواضع کرنے سے وہ معیوب نہیں بنتا) اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے لیے ذلیل کیا لیکن لوگوں سے مانگے بغیر (یعنی سوال کرنے اور بھیک مانگنے سے اپنے نفس کو ذلیل نہیں کیا بلکہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کو مٹایا) اور اپنے جمع شدہ مال میں سے ایسی جگہ میں خرچ کیا جو گناہ والی جگہ نہیں ہے، اور فقیروں اور مسکینوں پر رحم کیا اور ان سے مہربانی سے پیش آیا اور علم وحکمت والوں کی مجلس میں بیٹھا، اور خوشی ہے اس آدمی کے لیے جس کی کمائی پاک

ہے جس کا باطن صالح ہے اور ظاہر شریعت کے برابر ہے اور لوگوں سے اپنے شر کو روکے رکھا ،اور خوشی ہے اس آدمی کے لیے جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور اپنے آپ کو روکے رکھا۔

(۱۸) وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ''مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِیْءٌ مِنَ الْكِبرِ وَالْغُلُولِ وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ''. (الترغیب والترهیب)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا جو وفات پائے اس حال میں کہ وہ تکبر سے، مال غنیمت میں خیانت سے اور قرض سے خالی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۱۹) وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الخُدْرِی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ دَرَجَةً یَرْفَعُهُ اللّٰه دَرَجَةً حَتّٰی یَجْعَلَهُ اللّٰهُ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّین وَ مَنْ تَكَبَّرَ عَلَی اللّٰهِ دَرَجَةً یَضَعَهُ اللّٰهُ دَرَجَةً حَتّٰی یَجْعَلَهُ فِیْ اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ وَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ یَعْمَلُ فِیْ صَخْرَةٍ صَمَّاء لَیْسَ عَلَیْهَا بَابٌ وَلَا كُوَّةٌ لَخَرَج مَا غَیَّبَهُ لِلنَّاسِ كَائِنًا مَا كَانَ (ابن ماجہ)

ترجمہ: فرمایا آپ ﷺ نے جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک درجہ عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے ایک درجہ اٹھائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے علیین تک اٹھا دیتا ہے، اور جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درجہ تکبر کیا اللہ تعالیٰ اسے ایک درجہ گرا دیتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے انتہائی نیچے درجے تک پہنچا دیتا ہے اور اگر تم میں سے کوئی ایک بند غار میں کوئی عمل کرتا ہے جس میں نہ کوئی دروازہ ہے اور نہ کوئی طاق تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے سامنے نکالے گا۔

(۲۰) وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لا اَعْلَمُهُ اِلَّا رَفَعَه قَالَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالیٰ مَنْ تَوَاضَعَ لِیْ هكذا وَجَعَلَ یَزِیْدُ بَاطِنَ كَفِّهِ اِلَی الارض وَأَدْنَاهَا رَفَعْتُهُ هٰكَذا وَجَعَلَ بَاطِنَ كَفِّهِ اِلَی السَّمَاءِ وَرَفَعَهٗ

نَحوَ السَّمَاءِ (رواہ احمد)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے لیے تواضع اختیار کی اور آپؐ نے اپنی ہتھیلی کے اندر والی طرف کو زمین کی طرف کر دیا اور زمین کے قریب کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا اٹھائے گا اور آپؐ نے اپنی ہتھیلی کے اندر کو آسمان کی طرف کر دیا اور آسمان کی طرف اٹھایا۔

آپؐ کی تواضع کے بارے میں وارِد شدہ احادیث کا نچوڑ

(۱) سلام کرنے میں سبقت فرماتے، دن میں اگر کئی بار بھی صحابہ کرام سے ملنا ہوتا تو بھی ہر بار سلام میں پہل فرماتے۔

(۲) ملنے جلنے میں بے تکلفی اور سادگی سے ملتے۔

(۳) کسی سے کوئی کام خراب بھی ہو جاتا تو کبھی ناراض نہ ہوتے۔

(۴) اپنے گھوڑے کو دانہ گھاس وغیرہ خود ہی ڈال دیتے۔

(۵) اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑے خود سیتے اور پیوند بھی لگا لیتے۔

(۶) گھر کے کاموں میں بوقت ضرورت خادموں کے ساتھ شریک ہو جاتے۔

(۷) گھر میں جھاڑو دیتے اور چراغ وغیرہ خود جلاتے۔

(۸) صحابہ کرام میں اس طرح گھل مل کر بے تکلفی سے بیٹھتے کہ اگر کوئی اجنبی آتا تو بتائے بغیر پتہ نہ چلتا کہ ان میں آنحضرت ﷺ کون ہیں۔

(۹) صحابہ کرامؓ کو عزت اور تکریم کی وجہ سے نام سے نہ بلاتے بلکہ ان کی کنیت وغیرہ سے پکارتے اور اگر کسی کی کنیت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کی کنیت خود رکھ دیتے۔

(۱۰) اگر صحابہ کرام یا کوئی دوسرا شخص آپؐ کو پکارتا تو آپؐ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔

(۱۱) بچوں کی منڈلی کے پاس سے گزرتے تو ٹھہر کر ان کو سلام کرتے اور ان سے پیار کرتے۔

(۱۲) مسلمانوں کی عیب پوشی فرماتے۔

(۱۳) پریشانی اور بیماری کی حالت میں اپنے دوستوں کی مدد فرماتے۔ اگر آپ کا کوئی غلام بیمار پڑ جاتا تو اس کا کام خود کرتے اور اسے آرام کرنے دیتے۔ بازار سے سودا وغیرہ خود لے آتے۔

(۱۴) آزاد اور غلاموں سب کی دعوت قبول فرماتے اور تحفہ بھی لے لیتے اگر چہ ایک گھونٹ دودھ یا چند کھجوریں ہی کیوں نہ ہوں۔

(۱۵) جو کچھ کھانے میں پیش کیا جاتا بخوشی اور رغبت سے تناول فرماتے اور کھانے میں کبھی کوئی عیب نہ نکالتے۔

(۱۶) جو کپڑا مباح ہے جب مل جاتا پہن لیتے، کبھی کمبل، کبھی یمنی چادر، کبھی کھدر اور کبھی سفید کپڑا پہنتے۔

(۱۷) جو سواری مل جاتی قبول فرما لیتے، کبھی گھوڑا، کبھی اونٹ، کبھی گدھا، کبھی پیدل، کبھی ننگے پاؤں، کبھی بغیر چادر کے اور پگڑی یا ٹوپی کے راستہ پر چلتے۔

(۱۸) اگر کوئی شخص کسی ضرورت سے آپؐ کے پاس آتا اور آپؐ نماز میں مشغول ہوتے تو آہستگی کے ساتھ جلد رکعات پوری کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی ضرورت پوری کر کے پھر نماز میں مشغول ہو جاتے اور باقی رکعتیں پوری کرتے۔

(۱۹) کوئی ملنے والا آتا تو اس کی تعظیم کرتے اور بعض اوقات اپنا تکیہ نکال کر اس کو دے دیتے اور اگر وہ آپؐ کے احترام یا ادب کی وجہ سے انکار کرتا تو آپ ﷺ اسے قسمیں دے کر لینے پر مجبور کرتے۔

ان سب باتوں کی روایت حضرت ابو سعید خدریؓ اور دیگر محدثین نے کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بیشمار مثالیں اخلاق کی جنھیں اسوہ حسنہ کہا جاتا ہے سیرت اور احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

کبھی اصحاب کے درمیان پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے کہ کسی کو تنگی محسوس ہو۔ جب بھی کوئی آپؐ کے پاس آتا اس کا اکرام فرماتے، بلکہ اکثر اپنی چادر اس کے لیے بچھا دیتے، جو مسند آپؐ کے پاس ہوتی اس کی طرف بڑھا دیتے۔

بطور تعظیم اپنے دوستوں کو اچھے ناموں سے پکارتے، ان کی کنیت دھرتے، کسی کی بات کو قطع نہ کرتے حتی کہ وہ کہہ گزرتا یا بات ختم کر لیتا یا کھڑا ہو جاتا۔ (علامات محبت: ۱۹۷)

(باقی آئندہ)

پیشِ لفظ ،نوائے درویش

طرب آشنائے خروش ہوتو نوائے محرمِ گوش ہو وہ سرود کیا جو چھپا ہوا ہے سکوتِ پردۂ ساز میں

بندہ کے شیخ و مربّی کے اصلاحی بیانات نوائے درویش کے نام سے آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ کچھ بیانات تو حضرت حاجی شیرحسن صاحب کی بیاض سے لئے گئے ہیں۔اس بیاض میں حاجی شیرحسن صاحب نے حضرت کے بیانات دوران بیان لکھے ہیں۔ان کی زبان درست کرنے کے لئے ،اورعبارت کومربوط بنانے کے لیے پوری محنت کرنا پڑی ہے۔ کچھ بیانات کیسٹوں سے لیے گئے ہیں جنہیں بہت زیادہ محنت کرکے ثاقب علی خان صاحب نے کیسٹوں سے سن کرلکھا ہے۔ بندہ چونکہ غیر

معروف آدمی ہے، اس لئے تقریظ حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب صدر مفتی و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے لکھوائی۔ حضرت موصوف سلسلہء نقشبندیہ کے کامل شیخ ہیں۔ اب حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کی برکات اور مفتی صاحب کی توجہات یکجا کتاب کی ہم نوا ہوگئی ہیں۔ امید ہے پڑھنے والوں کو بہت فائدہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ○ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ۗ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ○ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوَارِثِیۡنَ ○ رَبِّ ھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ۚ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَا ۚ اِلٰھِیۡ بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ ○ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ط اِلٰهِيْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّام۔